حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم

نائب رئیس ــــــــــ جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(ستائیسویں قسط)

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ سے ملاقات

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے سربراہ تھے۔ حضرت والد صاحبؒ کی اُن سے پہلے سفروں میں بھی ملاقات تھی، اور وہ خود حضرت والد صاحبؒ سے ملنے کے لئے تشریف لائے تھے، حضرت والد صاحبؒ شیخ عبدالملکؒ سے ملاقات کرکے نکلے، تو شیخ ابن بازؒ کا مکان بھی قریب تھا، اس لئے وہاں تشریف لے گئے۔ وہ چونکہ نابینا تھے، اس لئے شروع میں حضرت والد صاحبؒ کو نہ پہچانے، بعد میں جب حضرت والد صاحبؒ نے اپنا ثبت "الازدیاد السنی" انہیں پیش کیا، تو چونک کر فرمایا کہ ہم نے پہچانا نہیں تھا، اب کچھ دیر مزید بیٹھیں، پھر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور جب حضرت والد صاحبؒ نے ان سے اپنی یادداشت کا ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا ایک خلاصہ آپ امیر فیصلؒ کو بھی (جو اُس وقت مملکت کے وزیر اعظم تھے) ضرور بھیجیں۔ بعد میں وہ حضرت والد صاحبؒ کو اپنی گاڑی ہی میں حرم شریف لے گئے، اور نماز کے بعد مکتبۃ الحرم میں بھی لے گئے، اور اگلے دن جمعہ کے بعد اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی جسے حضرت والد صاحبؒ نے منظور فرمالیا۔ چنانچہ اگلے دن جمعہ کی نماز کے بعد ہم حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ ان کے مکان پر گئے۔ اس ملاقات کا حال حضرت والد صاحبؒ نے اپنی یادداشتوں میں اس طرح تحریر فرمایا ہے:

> "جمعہ کے بعد حسب وعدہ شیخ عبدالعزیز بن باز کے مکان پر گئے۔ ان کی مجلس بڑی سادہ اور عالمانہ رہتی ہے، پہلے تو اپنے ایک لڑکے کو خود سبق پڑھا رہے تھے، اس سے فارغ ہوکر میرا رسالہ "الازدیاد السنی" اپنے سکریٹری سے سننا شروع کیا، اور جابجا کچھ وضاحت مجھ سے طلب کرتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ اپنی اسانید کی اجازت مجھے بھی

> دے دیجیے۔ میں نے عذر کیا کہ آپ خود بڑے عالم ہیں، میں اپنا یہ مقام نہیں پاتا۔ مگر اصرار فرمایا کہ مجھے لکھ کر دے دیجیے تو میں نے وعدہ کیا۔ محمد رفیع محمد تقی نے ان سے اجازت حدیث کی درخواست کی تو فرمایا کہ جب آپ یہ اجازت لے کر آؤ گے تو آپ کو اجازت دوں گا۔ اس کے بعد کھانا آ گیا۔ بڑی سادگی سے سب اہلِ مجلس یہاں تک کہ ان کی گاڑی کا ڈرائیور بھی ایک ہی دسترخوان پر جمع ہوکر کھانے میں شریک ہوئے۔ پُرلطف مجلس اور پُرلطف دعوت تھی۔ فارغ ہوکر واپسی کی اجازت طلب کی تو چائے کے لیے ٹھہرنے کو فرمایا۔ چائے کے بعد ان سے رخصت ہوئے۔ اپنی گاڑی واپسی کے لیے سورتی ہوٹل تک بھیجی۔"

بعد میں حضرت والد صاحبؒ نے مدینہ منورہ پہنچ کر انہیں اجازت حدیث دیدی، اور اجازت نامہ لکھ کر دیا جس کے شروع میں حضرت والد صاحبؒ نے صحاح ستہ کے مؤلفین اور امام مالکؒ تک اپنی اسانید ذکر فرمائی ہیں، اور اُس کے آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> **"ولمّا رزقنی الله تعالی زیارة المدینة المنورة فی محرم سنة 1384وزرت الشیخ العلامة عبدالعزیز ابن باز، نائب رئیس الجامعة بها ,سألنی مع ماهو فیه من مقام رفیع فی العلم والفضل أن أجیز له روایة الحدیث بجمیع ما یجوز لی روایته، فأجزته بالأسانید المذکورة رجاء حصول برکته أطال الله بقاء ه فی نشر العلم والاقتفاء بسنن المصطفی صلّی الله علیه وسلّم فی صحّة وعافیة".**

حضرت والد صاحبؒ کے اس اجازت نامے کی تصویر حضرت شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی بعض سوانح میں شائع بھی ہوچکی ہے۔ **سلسلة مؤلفات ورسائل سماحة الشّیخ عبدالعزیزبن باز رحمه الله رقم 52** کے تحت ایک مجموعہ ان کے دو شاگردوں عبدالعزیز بن ابراہیم بن قاسم اور محمد زیاد بن عمر التکلة نے اس عنوان سے شائع کیا ہے: **"مجموع فیه ترجمة سماحة الشیخ عبدالعزیزبن عبدالله بن بازرحمه الله تعالی (1330_1420)وترجمة العلامة المحدث عبدالحقّ بن عبدالواحد**

الهاشمیّ،(1302_1392)وتحقیق "الثبت الوجیز "وهو إجازة العلامة الهاشمیّ لسماحة الشیخ عبدالعزیزبن باز مع ملحق إجازته للشیخین حمادبن محمد الأنصاریّ ,وإسماعیل بن محمد الأنصاریّ ,وإجازة الشیخ المفتی محمد شفیع العثمانیّ لسماحة الشّیخ رحم الله الجمیع .

یہ کتاب شیخ عبدالعزیز بن سلیمان المقرن کے خرچ پر "دار أصالة الحاضر " نے شائع کی ہے، اور اُس میں حضرت والد صاحبؒ کے مختصر حالات زندگی بھی میرے اور بھائی صاحب مدظلہم کے حوالے سے مذکور ہیں۔

انہوں نے ہم دونوں بھائیوں کو بھی اجازت عطا فرمائی۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر حضرت والد صاحبؒ نے ایک دوسرا خط امیر فیصل کے نام لکھا، اور اُسے رجسٹری کے ذریعے اُن تک بھیجا۔ یہ خط عربی زبان میں تھا، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کے مجموعے میں شائع ہو رہا ہے۔ یہاں اس کا اردو ترجمہ نقل کرتا ہوں جو عزیز مکرم مولانا شاکر جکھورا صاحب نے کیا ہے۔

شاہ فیصلؒ کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت عالی مرتبت وزیر اعظم فیصل حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس نے آنجناب عالی مرتبت کو اسلام اور مسلمانوں کی ابدی امانت کا امین بنایا ہے، اور جس نے آنجناب کو حرمین شریفین کے علاقہ کا پاسبان بنایا ہے۔

عالی مرتبت! آپ جیسے حضرات پر اسلام اور مسلمانوں پر آپڑنے والی آزمائشیں، اور ذلت اور (اس کی وجہ سے) غیرتمند مسلمانوں کا کرب واضطراب مخفی نہیں ہو سکتے۔

ہم نے اور پاکستان میں ہمارے مشائخ نے ایک طویل عرصہ مسلمانوں کی اس انتہائی خطرناک بیماری، جو ان کے جسم اور روح تک سرایت کر گئی ہے، کے اسباب پر غور کیا تو جس قدر گہرائی سے سوچا اتنا ہی ہمارا یقین

بڑھا کہ:

ظہور اسلام کے زمانے سے عیسائیوں کا وطیرہ رہا ہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور انہیں زمین سے نیست و نابود کرنے کے مواقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی مدد فرمائی اور دشمن طاقتوں کو تنہا شکست دی، اور انہیں ذلیل کیا۔ جب وہ اپنی صلیبی جنگوں اور مشنری دعوتی سرگرمیوں میں ناکام و نامراد لوٹے، تو انہوں نے آپس میں غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز دو باتوں میں ہے:

۱) ان کا اتحاد کہ وہ بایں طور ایک جسم کے مانند ہیں کہ جب اس کے کسی عضو کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تمام جسم کو بخار اور بے خوابی ہوتی ہے۔

۲) اپنی کتاب (قرآن کریم) اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا پختہ علم۔

لہٰذا مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے اور ان کی قوت کو بکھیرنے میں انہوں اپنی کوششیں صرف کیں۔ اور مسلمانوں میں قومیت کے جذبات کو ابھارا اور وطنیت کے ان بتوں میں روح پھونکی جنہیں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں تلے روندا تھا۔

یہیں سے پھر آپس کا مقدس اسلامی رشتہ کمزور پڑا اور جو حلقے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کو جمع کئے ہوئے تھے وہ کھل گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی تلواریں خود اپنے بھائیوں کے خلاف سونتی گئیں، اور آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگے، جس سے اسلام کی مضبوط چٹان کنکریوں میں بکھر گئی۔

دوسرے انہوں نے مسلمانوں کی سوچ کو قرآن وسنت کی شاہراہ سے دور کرنے کی بھی سازش کی۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں میں ایک ایسے نئے نظام تعلیم و تربیت کو رواج دیا اور اس میں ایسی چیزیں شامل کیں جو ان کی سوچ کو شریعت کی بے وقعتی اور کفر والحاد اور اباحیت کی طرف لے جائیں، اور ان کے اعمال کو بے حیائی اور بداطواری کی راہ پر گامزن کرائیں۔ مسلمانوں نے ان علوم کو موجودہ دور میں معاشی سہولت اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق فنی مہارت کے پیش نظر حاصل کیا۔ تاہم وہ اُس سست زہر کو نہ بھانپ سکے جسے اجنبیوں نے اس نظام میں چھپا رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ قرآن وسنت اور اپنی تابناک تاریخ سے بالکل بے گانہ ہوگئے، اور اس قسم کی درسگاہوں کے فاضل کیلئے محض لفظ "مسلمان" جو اپنی حقیقت اور روح سے عاری ہو رہ گیا، (اس

لئے) کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں غیروں کے ایسے نامناسب طور طریقوں کو اپنائے ہوئے ہے جنہیں ہمارے دین کا مزاج سلیم کسی طرح قبول نہیں کرتا۔

ان باتوں سے ہمارا مقصد ان جدید فنون کی ضرورت کا انکار نہیں، کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ ان فنون کو حاصل کرنا ہی نہیں بلکہ ان میں اعلیٰ مہارت پیدا کرنا کسی بھی مسلمان ملک کے لئے جو اس زمانہ میں امن وامان سے رہنا چاہتا ہو، ناگزیر ہے۔ بلکہ ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ اجانب سے ان فنون کے حصول میں اُن لوگوں کی بے حیائی، بداطواری اور ادیان کے ساتھ مذاق سے پرہیز کرتے ہوئے ان کی سازش میں نہ آئیں، اور مسلمان اپنی کتاب وسنت کی تعلیمات کو پوری ہوشمندی کے ساتھ تھامے رکھے۔

تاہم انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ ہمارے نوجوان طبقے کا معاملہ اس کے برعکس ہے، چنانچہ انہوں نے ان لوگوں سے ہر قسم کی برائیاں تو لیں، اور فحاشی، تھیٹروں، موسیقی، بے پردگی اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فساد عقیدہ، اور کتاب وسنت سے اعراض کو تو اپنالیا، لیکن جو فنون ضروری تھے انہیں تو اتنا بھی حاصل نہیں کیا جو ان کے ملک اور معاشرے کے لئے کافی ہوں، اس کے باوجود وہ اس بات پر خوش ہیں کہ انہیں ترقی حاصل ہوگئی ہے، اور اس پر کہ یہ فضول باتیں ان کی کامیابی کا ذریعہ ہیں، حالانکہ آنکھوں دیکھی حقیقت ہے کہ ان باتوں نے انہیں اپنے سیاسی اور اجتماعی مقاصد میں کمزوری اور ذلت کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

یہ ہے مسلم اقوام کا وہ ناسور جو مصر میں پیدا ہوکر تمام عالم اسلام میں پھیل گیا، یہاں تک کہ اب حرمین شریفین کے دروازے تک پہنچ گیا ہے، اور اس کے درج ذیل اثرات مرتب ہوئے:

۱۔ گانوں کی آواز یہاں کی ہر گاڑی، قہوہ خانے اور ہوٹل سے سنائی دے رہی ہے، اور عموماً مسلمان اس میں منہمک نظر آتے ہیں۔

۲۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی بیشتر کتابوں کی دکانوں میں فحش تصاویر اور معاشقوں پر مشتمل کتابوں کا وجود جو نوجوانوں کو بے حیائی کی راہ پر لے جارہی ہیں، اور جو عام طور سے یورپ یا کسی اور فرنگی ملک سے درآمد ہوتی ہیں۔ اور یہ (مصیبت) وہ ہے جو نوجوانوں کو گمراہی کی راہ پر اور اسلام اور اس کے طریقوں سے سب سے زیادہ دور لے جارہی ہے۔ اگر یہ سیلاب برابر رواں رہا تو ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ دیار مقدسہ میں وہ تمام

(معاشرتی) بیماریاں پھیل جائیں گی جنہوں نے یورپ اور بے حیائی کی اشاعت میں اس کے نقش قدم پر چلنے والے ہر ملک کی معاشرتی بنیادوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

یہاں تک کہ خود ان کے اہل فکر رہنما آج اس بارے میں دردمند ہیں اور انہیں اس مصیبت سے خلاصی کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

۳۔ اسی طرح مکہ، منی اور مدینہ کے اکثر بازاروں میں مجسموں کا وجود جنہیں کھلونوں کا نام دیا جارہا ہے، حالانکہ وہ دراصل بڑے بُت ہیں۔ اور لوگ بطور تبرک واعزاز یہاں سے لئے جانے والے سامان کے ساتھ ان بتوں کو بھی اپنے وطن لے جاتے ہیں، حالانکہ ان کا بنانا اور استعمال احادیث متواترہ اور اجماع سے حرام ہے۔

۴۔ اہل عرب کے سادہ اور خوبصورت طرز زندگی کو ترک کرنے اور اپنے تمام اطوار زندگی، کھانے پینے اور لباس میں غیر مسلم اجنبیوں کے طور طریقوں کو اپنانے کے پروپیگنڈوں کے سامنے تیز رفتاری سے پگھل جانا (اور انہیں اپنا لینا)۔

۵۔ یہ خرابیاں تو اپنی جگہ، تاہم وہ اس بات کا پتہ بھی دیتی ہیں کہ (یہاں کے لوگ) کس قدر مغربی افکار سے متأثر ہیں، اور وہ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے باطن اغیار کے غلام بنے ہوئے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے محروم ہیں۔

لہٰذا عالی مرتبت! اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ذریعہ مسلمانوں کو صلاح عطا فرمائے۔ روئے زمین پر اب، ہمارے علم میں، آپ کے اس مقدس ملک کے علاوہ کوئی ایسا اسلامی ملک نہیں جس نے اپنی بنیاد قرآن وسنت کی اتباع پر رکھی ہو، اور جس نے اس کو اپنی حکومت وسیاست کا معتمد بنایا ہو۔ اور آپ ہی کا ملک ہے جس سے خیر کے چشمے پھوٹے، اور اسی میں مسلمان امن اور عزت پاتے ہیں، اور وہ اسی کو اپنا مرکز مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ فرنگی اور الحاد کے اثرات ہنوز اپنی انتہا کو نہیں پہنچے، بلکہ وہ تو ابھی شروع ہی ہوئے ہیں، پس جناب عالی مرتبت سے امید کی جاتی ہے کہ قبل اس کے کہ وہ اپنے عروج کو پہنچے اس سیلاب کو روکیں، اور اس مقدس ملک کو اس عظیم مصیبت سے پاک کرنے کے لئے کھڑے ہوں، جیسا کہ آپ کے معزز اسلاف شرک اور بدعتوں کے مٹانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے اس ملک کو ان خرابیوں سے پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جب

وہ اللہ کی شریعت اور اسلام کے مرکز کی مدد میں لگا ہو تو کیا کہنا؟۔

ہمارے نزدیک ان خرابیوں سے نجات صرف درج ذیل امور میں ہے:

۱) قرآن کریم کو کماحقہ (درج ذیل طریقوں سے) تھامے رکھنا :

تلاوت کے ذریعہ : کہ کوئی بچہ یا بچی ایسی نہ رہے جو قرآن کی تلاوت بمع تجوید وآداب نہ کر سکتی ہو۔

اس کو سیکھنے کے ذریعہ : یہاں تک کہ کسی رسمی (تعلیمی) ادارے میں کوئی ایسا طالب علم باقی نہ رہے جسے مکمل قرآن کریم کی تفسیر اور سنت اور حدیث کی ضروری مقدار نہ آتی ہو۔

اور اس پر عمل کے ذریعہ : کہ مبلغین دین کی طرف دعوت دیں، اسی طرح امر بالمعروف اس کے محکمہ کی طرف سے بجالایا جائے، نیز محکمہ قضاء وعدل سے صادر ہونے والے فیصلوں کے ذریعہ (کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق دیئے جائیں) ۔

۲۔ دین صحیح کے مبلغین کو پورے ملک میں پھیلایا جائے۔

۳۔ امر بالمعروف کے محکمے کے دائرہ اختیار کو وسیع کیا جائے۔

۴۔ (یہ تو طے ہے کہ) ہمیں جدید فنون اور ہنر سیکھنے سے اور طلبہ کو ان کی عملی تربیت دینے سے کوئی چارہ نہیں، لیکن ان کی تربیت اس طریقے سے ہونی چاہئے کہ طلبہ ان فنون وہنر کی روح اور کنہ تک پہنچ جائیں، اور وہ تعلیم دینے والوں کے کفر والحاد اور فاسد نظریات سے متاثر نہ ہوں۔ اور یہ اس طرح ممکن نہیں کہ ہم اپنے نوجوانوں کو غیر مسلم ممالک میں بھیجیں۔ کیونکہ نوجوانوں کے ذہن بہت جلد وہاں کے دیکھے ہوئے فاسد نظریات اور بُرے اعمال قبول کر لیتے ہیں۔ اسلامی ملکوں کا یہ بار بار کا تجربہ رہا ہے کہ اکثر طلبہ اپنے اوقات کو کھیل کود اور عیاشی میں صرف کرتے ہیں۔ اور اپنی تعلیم اور اس میں محنت کرنے کیلئے بہت کم وقت پاتے ہیں جو ان فنون میں مہارت پیدا کرنے کیلئے ناکافی ہے۔

لہٰذا ہماری رائے میں سلامتی اور فائدہ اسی میں زیادہ ہے کہ ہم اپنے ہی ملک میں ایسے فنی ادارے قائم کریں اور ان میں ماہرین کو ان کے شایان شان تنخواہوں کے ساتھ بلائیں۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ ہم صرف ان ماہرین کا انتخاب کریں جو اپنے فن میں لگے ہوئے ہوں، اور اپنے مذہب کی طرف دعوت سے تعرض نہ کرتے ہوں۔

یہ معاملہ، گو مسلسل کاوش کا متقاضی ہے، تاہم آپ جیسے عالی ہمت حضرات کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی

مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ان اداروں سے پھر ایسے افراد تیار ہوں گے جو علوم میں نمایاں معلومات کے حامل ہوں گے اور فاسد نظریات اور بے حیائی کے اعمال کی گندگی سے پاک ہوں گے۔ ایسے افراد سے ان شاء اللہ مملکت کی تعمیر اور اس کے ستونوں کی تقویت میں زیادہ فائدہ پہنچے گا۔

۵۔ آلات موسیقی، تھیٹروں اور فحش اخبار اور رسالوں پر پابندی جو ہمارے نوجوانوں کو بے حیائی اور عریانی کی راہ پر برابر لے جارہے ہیں، جیسا کہ حکومت نے- اللہ تعالیٰ اسے جزاء خیر عطا فرمائے۔ اہل بدعت کی کتابوں پر پابندی لگائی ہے۔

۶۔ کسی خاتون کو حرمین میں بغیر برقعہ اور حجاب کے داخلے کی اجازت نہ دی جائے جیسا کہ حکومت عراق کی طرف سے کربلا اور نجف میں کسی عورت کو بغیر برقعہ کے جانے پر پابندی عائد ہے، جبکہ ہم یہاں اللہ کے حرم میں یہ دیکھتے ہیں کہ ایسی خواتین پھرتی ہیں جن کا لباس نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، اور وہ اپنی زیب وزینت کی نمائش کرتی پھرتی ہیں، لاحول ولاقوۃ إلا باللہ۔

عالی مرتبت! یہ ہیں وہ تمنائیں جو مسلمانان مشرق ومغرب کے تصورات میں برابر رہتی ہیں، اور انہیں پورے کرنے کی امید آں عالی مرتبت کے سوا کسی سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان تمناؤں کو آپ کی کاوشوں کے ذریعہ حقیقت بنادیں۔ اور اس پر ان شاء اللہ آپ کو عظیم اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ آپ کو خیر کی کنجی اور شر کے دروازے بند کرنے والا بنائیں، اور ہماری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خیریت سے رہیں۔

والسلام مع فائق الاحترام
بندہ محمد شفیع
مفتیٔ پاکستان
صدر دارالعلوم کراچی

یہ خط امیر فیصل کو پہنچا، اور اُن کی طرف سے اُس خط کا جواب مکہ مکرمہ میں شاکر سکندر صاحب مرحوم کے پتے پر اُس وقت پہنچا جب ہم لوگ مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ اُس وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھے، اور انہوں نے ایک دستی خط کے ذریعے حضرت والد صاحبؒ کو بتایا کہ یہ جواب (غالباً معلم شاکر سکندر صاحب کی طرف سے) مدینہ منورہ روانہ کردیا گیا ہے، لیکن مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ہمیں

وہ خط نہیں ملا تھا۔ جب ہم جدہ پہنچے تو حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس کی نقل وصول کرنے کے لئے امیر فیصلؒ کے دفتر پہنچے، تو وہاں اچانک وزیر خارجہ کی گاڑیاں آ گئیں، ان کی جگہ بنانے کے لئے ایک فوجی گاڑی کو پیچھے ہٹا کر ڈرائیور نے دیوار سے لگایا، تو وہاں مولاناؒ کھڑے تھے، وہ گاڑی اور دیوار کے درمیان دب گئے، اور شور کرنے پر گاڑی ہٹائی، تو وہ کافی زخمی ہو چکے تھے۔ پاکستانی سفارت خانے کی معرفت ایک ہسپتال میں کئی روز زیر علاج رہنا پڑا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہڈی سلامت تھی، اس لئے چند دن علاج کے بعد صحت ہوگئی، لیکن اس حادثے کی وجہ سے تمام تر توجہ اُس کی طرف ہوگئی، اور ہماری روانگی کا وقت آ گیا۔ اس لئے امیر فیصل کے جواب کی کوئی نقل نہ مل سکی۔

مزید ملاقاتیں

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران اور بھی قابل ذکر ملاقاتیں ہوئیں۔ شیخ رشید فارسی مکہ مکرمہ کے بڑے علم دوست بزرگ تھے۔ انہوں نے مدرسہ صولتیہ میں پاک و ہند کے علماء کے اعزاز میں ظہرانہ دیا جس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر تبلیغی جماعت اور مدرسہ صولتیہ کے مہتمم مولانا محمد سلیم صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت والد صاحبؒ نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ:

> " کھانے کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک مشورہ طلب کیا کہ آج مولوی محمد سعید صاحب امیر جماعت تبلیغ مکہ مکرمہ حیات الصحابہ کی جلد ثانی لے کر مفتی اکبر محمد ابن ابراہیم صاحب کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے شکایت کے لہجہ میں کہا کہ مولانا محمد یوسف صاحب اتنے عرصہ سے یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں، مگر ہم سے ملاقات کا ارادہ نہیں فرمایا۔ مولانا سعید نے کچھ علالت طبع اور کثرت مشاغل کا عذر بیان کیا، مگر اب مشورہ طلب بات یہ تھی کہ اس وقت ملاقات کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ مولانا سلیم صاحب کی رائے ہوئی کہ اب مناسب نہیں۔ پہلے ہوتا تو مناسب تھا۔ مگر شیخ الحدیث اور احقر کی رائے یہ ہوئی کہ ان حضرات سے ملاقات ہونا ہی چاہیے، پہلے ہوتی تو زیادہ بہتر تھا اب بھی مضائقہ نہیں۔ اس لیے طے یہ ہوا کہ عصر کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ احقر بھی جائے۔ ۱۰ بجے مولانا سعید صاحب مولانا یوسف صاحب کو لے کر سورتی ہوٹل ہماری جائے قیام پر پہنچ گئے۔ میں اور مولوی نور احمد صاحب ساتھ ہوئے۔ مفتی اکبر کے

مکان پر پہنچے تو ان کے بھائی عبدالملک ابن ابراہیم بھی یہیں موجود تھے۔ میں نے مولانا محمد یوسف صاحب اور جماعت تبلیغ کا تعارف کرایا، پھر مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی دعوت اور طریق دعوت کے متعلق کچھ تفصیل بتلائی۔ مفتی اکبر اور عبدالملک صاحب خوش ہوئے اور دعاء دیتے رہے۔ قبیل مغرب ان سے رخصت ہو کر حرم شریف پہنچے۔"

مدینہ منورہ میں

۴؍محرم ۱۳۸۴ھ کو حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہونے کی سعادت ملی۔ یہاں بھی حرم شریف کی حاضری کے علاوہ حضرت والد صاحبؒ نے علماء اور ذمہ دار حضرات سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ جامعہ مدینہ منورہ کے اصول تفسیر کے استاذ شیخ سلیم بن سالم بن سرحان شُرّاب جو فلسطین کے باشندے تھے، حضرت والد صاحبؒ سے ملاقات کیلئے جائے قیام پر تشریف لائے۔ ان سے ملاقات کا ذکر حضرت والد صاحبؒ نے اس طرح فرمایا ہے۔

> "ان حضرات سے اس بات پر تفصیلی گفتگو کی کہ یہاں کے عام علماء کا رخ صرف فروعی مسائل اور اجتہادی اختلاف کی طرف دیکھتا ہوں، اور اجماعی منکرات بلکہ کفر و الحاد کا جو سیلاب اس ملک کو سب طرف سے گھیر چکا ہے، اور حرمین کے اندر داخل ہو چکا ہے، اس کی طرف التفات نہیں۔ مسائل اجتہادیہ میں کسی جانب کو ترجیح تو دی جاسکتی ہے مگر جانب مخالف کو باطل یا منکر نہیں کیا جاسکتا جس کا ازالہ واجب ہو اور غیر منکر پر نکیر کرنا خود منکر ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ حضرات جس چیز کو علمی جہاد اور دینی خدمت سمجھ کر اپنی پوری توانائی اس میں خرچ کر رہے ہیں وہ یہی مفروغ عنہا مسائل اور غیر منکر پر انکار کی فہرست میں داخل ہیں اور جن معاملات میں وہ عنداللہ و عندالخلق مسؤل ہیں ان کی طرف ادنی التفات نہیں۔ مسجد نبوی کے سامنے یورپ سے درآمد کیے ہوئے مجسمات اور تماثیل کا بازار لگا ہوا ہے اس کے اوپر ہی ہیئۃ الامر بالمعروف کا دفتر ہے مگر ان کو یہ کام منکر نظر نہیں آتا بلکہ ائمہ مجتہدین کے اختلافی مسائل اور مقلدین کے اعمال کو منکر سمجھنے اور اسی کے ازالہ میں لگے ہوئے (ہیں)۔

غضب یہ ہے کہ مسجد نبوی (میں) ننگی ساقوں والی عورتیں بے تکلف پھرتی ہیں کیا یہ رسول

> اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کا سبب نہیں مگر یہاں کے علماء قبر کے سامنے کسی کے نزدیک کھڑے ہوجانے کو جتنا منکر سمجھتے ہیں اور اس کے لیے پولیس کے انتظامات کرتے ہیں بقیع میں عورتوں کے داخلہ کے لیے پولیس استعمال کرتے ہیں ان کو اس طرف التفات نہیں ہوتا کہ پولیس کا استعمال ان سے زیادہ اس میں ہونا چاہیے کہ مجمع علیہ منکرات سے حرم شریف کو بچایا جائے۔ کسی عورت کو بغیر پورے برقعہ کے حرم میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے، مگر آپ حضرات کو تو حنفی شافعی کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ادھر دھیان کیسے ہو۔ شیخ سلیم ماشاء اللہ سلیم ہی ہیں پوری گرم جوشی سے میری باتوں کو تسلیم کیا، اور اس کے مطابق کوشش کا وعدہ فرمایا۔ اسی مجلس میں شیخ عبدالکریم مدنی بھی تشریف لے آئے تھے۔ مغرب تک مجلس رہی۔"

عاشوراء کے دن جامعہ مدینہ منورہ کے ایک اور مؤثر استاذ شیخ عطیہ سے ملاقات کا تذکرہ حضرت والد صاحبؒ نے اس طرح فرمایا ہے۔

> "آج رباطِ بخاری میں قاری عباس صاحب نے دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا بعد ظہر کھانے سے فراغت کے بعد اصطفا منزل میں آرام کیا۔ عصر سے عشاء تک حرم شریف میں رہے۔ یہاں شیخ عطیہ استاد و ناظم تعلیم جامعہ مدینہ ملاقات کے لیے صفہ کے قریب حصیات(۱) پر میرے پاس تشریف لائے، فروعی مسائل پر پوری توانائی صرف کرنا اور اصول ومہمات سے صرفِ نظر کرنا جو یہاں کے حضرات میں مشاہدہ ہوتا تھا اس کا ذکر موصوف سے بھی آیا، اور حرمین کے منکرات کا تفصیلی ذکر ہوا۔ شیخ عطیہ شیخ الجامعہ ہیں شیخ ابن باز صاحب کے خاص معتمد اور امتحانات وتعلیمات کے ناظم بھی ہیں۔ ماشاء اللہ بہت اچھے عالم ہیں ہر علم وفن میں دستگاہ ہے، اور مہماتِ اسلام کی طرف اعتناء بھی۔ موصوف نے بڑی گرم جوشی سے موافقت فرمائی اور فرمایا کہ اس طرح کے مذاکرات کا سلسلہ مسلسل ہوتا رہے تو ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ مفتی اکبر اور امیر فیصل کو

---

(۱) اس وقت مسجد نبوی کی موجودہ توسیع نہیں ہوئی تھی، اور صفہ کے نیچے کی طرف کنکریوں کا صحن تھا، انہی کو "حصیات" کہا گیا ہے۔

> جو مذکرات احقر نے دیے تھے ان کو بھی پڑھا، بہت پسندیدگی اور ضرورت کا اظہار فرمایا۔ احکام القرآن مصنفہ احقر بزبان عربی کے چند اجزاء مستقلہ جو مستقل رسالوں کی صورت میں میرے ساتھ تھے، ان کا ذکر آ گیا تو ان کے دیکھنے کے لیے اشتیاق کا اظہار کیا، اس کے مطابق صبح کو یہ رسائل ان کے پاس بھیج دیے۔ انہوں نے شیخ الجامعہ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ مفتیٔ پاکستان اگر اجازت دیں، تو ہم اس کی طباعت کا انتظام یہاں کر دیں۔ میرے پیش نظر پہلے سے یہ تھا کہ یہ عربی زبان کے رسائل پاکستان کے لیے اتنے مفید نہیں جتنے یہاں، اس لیے وعدہ کیا کہ میں اُن پر نظرِ ثانی کر کے بھیج دوں گا۔"

حضرت والد صاحبؒ کے ایک ہم سبق مولانا مغیث الدین صاحب بجنوری ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ مختلف مسائل پر گفتگو رہی۔ نیز شیخ عطیہ نے ناشتے پر مدعو کیا جہاں مولانا ناظم ندوی صاحبؒ بھی مدعو تھے۔ اُسی دن نماز عشاء کے بعد معلوم ہوا کہ جامعہ کے سب سے بڑے عالم استاذ التفسیر شیخ محمد امین شنقیطی (مؤلف اضواء القرآن) حضرت والد صاحبؒ سے ملاقات کے لیے جائے قیام پر تشریف لائے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی تفسیر "اضواء القرآن" اب شائع ہو کر اہل علم میں بہت مقبول ہو چکی ہے، اُس وقت اُس تفسیر کی صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی، وہی اُنہوں نے حضرت والد صاحبؒ کو پیش کی، اور دیر تک تفسیر القرآن بالقرآن کے موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ مفتیٔ اکبر اور امیر فیصل کو جو یادداشتیں حضرت والد صاحبؒ نے بھیجی تھیں، اُن کا ذکر آیا، تو بڑی قوت سے اُن کی تائید فرمائی، اور دیر تک اسی پر گفتگو رہی کہ موجودہ دور کے بہت سے علماء کو صرف فروعی اختلافات کی اہمیت نے مہمات اسلام سے غافل کر رکھا ہے۔ موصوف نے بھی اس سلسلہ کی اپنی بعض مساعی کا ذکر کیا کہ امیر فیصل جب جامعہ میں آئے تو تفسیر قرآن کے ضمن میں یہی امور ان کے گوش گزار کیے گئے تھے۔

جامعہ کے ایک اور استاذ شیخ عبدالقادر صاحب استاذ بعد مغرب حرم شریف میں حضرت والد صاحبؒ کے پاس تشریف لائے۔ آپ سے سال گزشتہ کی ملاقات تھی۔ شیخ عبدالعزیز بن صالح رحمہ اللہ امام حرم مدنی و رئیس القضاۃ سے گزشتہ سال آپ ہی نے حضرت والد صاحبؒ کی ملاقات کرائی تھی۔ مولانا نور احمد صاحبؒ امام حرم شیخ عبدالعزیز صالحؒ کے پاس گئے اور مفتیٔ اکبر اور امیر فیصل کو دیئے ہوئے مذکرات ان کو سنائے شیخ نے ان کو

سنا، مجلس میں اور بھی بہت سے علما و فضلاء موجود تھے۔ سب نے تجاویز سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ ان کی ضرورت کا اظہار فرمایا۔

١٥/محرم کو بعد عصر مدینہ منورہ سے روانگی تھی۔ عصر کے متصل شیخ عطیہ تشریف لائے، اور حضرت والد صاحبؒ کے رسائل جو احکام القرآن کا حصہ ہیں، ساتھ لائے اور فرمایا کہ ان میں سے چار کا میں مکمل مطالعہ کر چکا ہوں، بہت مفید پایا۔ بعض مواقع میں کچھ مشورے بھی دیے۔

رخصت سے کچھ قبل جب کہ ہم سب سامان اور بستر ے باندھ چکے تھے اچانک شیخ الجامعہ عبدالعزیز بن باز بھی رخصتی ملاقات کے لیے ہمارے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ استاذ عطیہ ساتھ تھے۔ یہاں اس وقت بیٹھنے کے لیے کوئی بوریہ بھی نہ تھا۔ فوراً ایک بندھا ہوا بستر کھول کر شیخ کو اس پر بٹھایا۔ ان کی سادگی اور مسافر نوازی کا گہرا اثر دل پر ہوا۔ اور بیٹھ کر جو کلمہ فرمایا وہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، فرمایا کہ یہ دنیا ساری ہی نزول وارتحال کا نام ہے، پھر بہت دعائیں دے کر رخصت چاہی۔ ہم بھی فوراً روانگی کی فکر میں تھے، ان کو رخصت کر کے رخصتی سلام کے لیے حرم شریف میں چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد واپس آئے تو ٹیکسی تیار تھی۔ روانگی کے وقت حضرت والد صاحبؒ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:

تَلَفَّتُّ نحو الحيّ حتى وجدتني   وجعت من الإصغاء ليتا وأخدعا

یعنی "میں اپنے قبیلے کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتا رہا، یہاں تک کہ میری گردن کی رگیں دکھنے لگیں۔"

مدینہ منورہ سے واپسی پر جدہ میں قیام کیا، اُسی میں حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کے ہسپتال میں داخل ہونے کا واقعہ پیش آیا جو اوپر لکھ چکا ہوں۔ جب ان کی طرف سے کچھ اطمینان ہوا، تو حضرت والد صاحبؒ اور ہم دونوں بھائی عمرے کے لئے گئے، دو راتیں وہاں قیام کیا، اور پھر جدہ واپس آئے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ اُس وقت تک الحمد للہ سفر کے قابل ہو چکے تھے۔ چنانچہ ٢٠/محرم ١٣٨٤ھ کو حج کے اس مبارک سفر سے واپسی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فریضۂ حج کی ادائیگی کے علاوہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کی معیت میں بیشمار فوائد عطا فرمائے۔

حضرت والد صاحبؒ نے اس سفر میں جو کوششیں فرمائیں، اُن کے بعض نتائج بفضلہٖ تعالیٰ آنکھوں سے نظر آئے۔ مثلاً یہ کہ اُس وقت یہ منظر عام تھا کہ حرم شریف سے نکلتے ہی دوکانوں پر گانے بجانے کا سلسلہ رہتا تھا، جانداروں کے مجسمے فروخت کے لئے رکھے نظر آتے تھے، الحمد للہ، اب یہ تکلیف دہ مناظر

اب نظر نہیں آتے۔ اسی طرح حرم شریف میں بعض مغرب زدہ خواتین کھلی پنڈلیوں کے ساتھ دکھائی دیتی تھیں، اور حضرت والد صاحبؒ نے اپنے خطوط میں ان باتوں کو بطور خاص ذکر فرمایا تھا۔ چنانچہ غالباً اس کے بعد ہیئۃ الأمر بالمعروف نے ان باتوں کا نوٹس لے کر ان پر عملی کارروائی کی۔ فروعی اختلافات پر ضرورت سے زیادہ زور دینے میں بھی وقتی طور پر کچھ کمی محسوس ہوئی۔ سعودی علماء کرام کے متوجہ کرنے سے حضرت والد صاحبؒ کے رسالے "وحدت امت" کا عربی ترجمہ مولانا صہیب صاحب نے کیا جس کا نام بندے کی تجویز پر "**أخلاف أم شقاق؟**" رکھا گیا، اور بعد میں اُسے بڑے پیمانے پر وہاں تقسیم کیا گیا۔ افسوس ہے کہ بعد میں کچھ انتہا پسند حضرات نے ان کوششوں کو مزید آگے بڑھنے نہ دیا، اور ابھی اس سلسلے میں اور کام کی ضرورت باقی ہے۔